زکوٰۃ اور بنی ہاشم

از: اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

الزّھر الباسم فی حُرمۃ الزکوٰۃ علٰی بنی ہاشم

۱۳۰۷ھ

(بنی ہاشم پر زکوٰۃ کی حُرمت کے بارے میں کِھلا ہُوا شگوفہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

مسئلہ مرسلہ مولوی حافظ محمد امیر اللہ صاحب مدرس اوّل عربیہ اکبریہ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقۂ واجبہ دینا بجہت سقوط خمس الخمس جائز ہے یا نہیں، کفایہ میں ہے:

قولہ ولا یدفع الی بنی ھاشم وفی شرح الاٰثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لاباس بالصدقات کلھا علی بنی ھاشم والحرمۃ فی عھد النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام للعوض وھو خمس الخمس، فلما سقط ذٰلک بموتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حلت لھم الصدقۃ وفی النتف

قولہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے، شرح الآثار للطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے بنو ہاشم پر تمام صدقات کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ حضور علیہ السلام کی ظاہری حیات میں خمس الخمس کی وجہ سے حرام تھے، جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے خمس الخمس ساقط ہوگیا تو ان کے صدقات حلال ٹھہرے اور النتف میں ہے،

يجوز الصرف الیٰ بنی هاشم فی قوله خلافا لهما، و فی شرح الاٰثار الصدقة المفروضة والتطوع محرمة علی بنی هاشم فی قولهما وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی روایتان فیهما قال الطحاوی رحمه الله تعالٰی وبالجواز ناخذ انتهٰی¹۔ بینوا توجروا۔

کہ امام صاحب کے نزدیک صدقات کو بنی ہاشم پر خرچ کیا جاسکتا ہے مگر صاحبین کو اس میں اختلاف ہے۔ شرح الآثار میں ہے کہ صاحبین کے قول کے مطابق فرض ونفل صدقہ بنو ہاشم پر ناجائز ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے اس بارے میں دو روایات ہیں، امام طحاوی نے فرمایا کہ ہم جواز پر عمل کریں گے انتہٰی۔ بینوا توجروا (ت)

الجواب

اللھم لک الحمد اَلہِم الصواب (اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے، اور اے اللہ! درستگی عطا فرما۔ ت) بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں، نہ انھیں لینا حلال۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں، اور علتِ تحریم ان کی عزت وکرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا مَیل ہے اور مثل سائر صدقاتِ واجبہ غاسل ذنوب، تو ان کا حال مثل ماءِ مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھو کر لایا، اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہلبیت طیب وطہارت کی شان اس سے بس ارفع واعلٰی ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں، خود احادیثِ صحیحہ میں اس علت کی تصریح فرمائی،

احمد ومسلم عن المطلب بن ربیعة بن الحارث رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الصدقة لا تنبغی لاٰل محمد انما هی اوساخ الناس²۔ الطبرانی عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما انه لا یحل لکم اهل البیت من الصدقات شیئ ولا غسالة الایدی³، هذا مختصرا الطحاوی

مسند احمد اور مسلم میں ہے کہ مطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ آلِ محمد کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ لوگوں (کے مال) کی مَیل ہے۔ طبرانی میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ اے اہلبیت! تمھارے لیے صدقات میں سے کوئی شیئ حلال نہیں اور نہ ہی لوگوں کے ہاتھوں کی مَیل، یہ مختصراً ہے، طحاوی میں حضرت علی

---

¹ الکفایۃ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۱۱ تا ۲۱۳
² صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴۴
³ المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۱۷

عن علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ قال قلت للعباس سل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یستعملك علی الصدقات فسأله فقال ماکنت لاستعملك علی غسالة ذنوب الناس[1]۔

کرم اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباس سے کہا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گزارش کرو تاکہ تمھیں آپ صدقات کے لیے عامل مقرر فرمادیں تو حضرت عباس نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا: میں تجھے لوگوں کے گناہوں کی مَیل پر عامل نہیں بنا سکتا۔(ت)

اسی طرح کلماتِ علماء میں اس تعلیل کی بکثرت تصریحیں ہیں، رہا خمس الخمس **اقول** و باللہ التوفیق اس کی تقریر تحریم صدقات سے ناشئ تھی نہ کہ تحریم صدقات اس کی تقریر پر مبتنی ہو،

فان اللہ تعالیٰ لما حرم علیھم الصدقات رزقھم خمس الخمس لان اللہ تعالیٰ لما رزقھم ذلك حرم علیھم الصدقات حتی لو لم یسھم لھم ذلك لم یحرم علیھم غسالة السیئات وھل من دلیل علی ذلك بل الدلیل ناطق بخلافه وبعد تحریری ھذا المحل وجدت بحمد اللہ نصا عن الامام المجتھد التابعی مجاھد رحمه اللہ تعالیٰ ان تقریر خمس الخمس مبتن علی تحریم الصدقة فقد روی ابن ابی شیبة والطبرانی عن خصیف[ف] عن مجاھد قال کان اٰل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم لاتحل لھم الصدقة فجعل لھم خمس الخمس[2] اھ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم پر صدقات حرام فرمائے توان کے لیے خمس الخمس کو رزق کا ذریعہ بنایا، نہ یہ کہ جب خمس الخمس انھیں عطا فرمایا توان پر صدقات حرام فرمادئے حتی کہ اگر ان کے لیے یہ حصہ نہ ہوتا توان پر گناہوں کی مَیل حرام نہ ہوتی اور اس پر کوئی دلیل ہے؟ بلکہ اس کے خلاف دلیل ناطق ہے۔ فقیر نے جب یہ اس مقام پر لکھا توبحمد اللہ مجتہد تابعی امام مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے میں نے یہ تصریح پائی کہ خمس الخمس کا اثبات تحریم صدقہ کی بنا پر ہے، محدث ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے خصیف سے اور انھوں نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل کے لیے صدقہ حلال نہ تھا لہذا ان کے لیے خمس الخمس رکھا گیا اھ(ت)

اور سقوط عوض سے رجوع معوض وہیں ہے جہاں زوال معوض حصول عوض پر موقوف ہو،

کما فی البیع اذا سلم المشتری الثمن وھلك المبیع فی ید البائع رجع بالثمن

جیسا کہ بیع میں ہے جب مشتری رقم سپرد کردے اور مبیع بائع کے قبضہ میں ہلاک ہوگیا تو مشتر ثمن واپس

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۲

[2] مصنف ابن ابی شیبہ " من قال لاتحل الصدقۃ علی بنی ہاشم ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۲۱۵

ف: ابن ابی شیبہ میں بطریق حصین عن مجاہد مروی ہے وفی ن خصیف انظر حاشیۃ مصنف ابن ابی شیبۃ صفحہ مذکورہ بالا۔ نذیر احمد سعیدی

لان زوال الحق عن الثمن کان موقوفا علی حصول المبیع فاذا لم یسلم المبیع عاد الحق فی الثمن۔

لے سکتا ہے کیونکہ ثمن سے حق کا زوال حصول مبیع پر موقوف تھا تو جب بائع نے مبیع سپرد نہ کیا تو حقِ ثمن لوٹ آئیگا۔ (ت)

بخلاف اس کے کہ زوال معوض کسی اور علّت سے معلل ہو تو جب تک وُہ علّت باقی رہے گی زوال معوض بیشک رہے گا اگرچہ حصول عوض ہو یا عوض ہی ساقط ہو جائے،

والالزم تخلف المعلول عن علتہ وذلک کالمریض سقطت عنہ فرضیۃ الوضوء لعلۃ الضرر وعوض عنہا بفرض التیمم، فان سقط التیمم ایضا لعدم وجدان الصعید الطیب مثلا لا تعود فرضیۃ الوضوء قطعا لبقاء الضرر المقتضی لسقوطہا فاذن یسقطان جمیعا کذا ھذا۔

ورنہ معلول کا علّت سے تخلف لازم آئے گا اور یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مریض جس سے کسی ضرر کی بناء پر فرضیتِ وضو ساقط تھی اور اس کے عوض تیمم تھا اب اگر پاک مٹّی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم بھی ساقط ہو جاتا ہے تو فرضیتِ وضو قطعاً لوٹ کر نہیں آئے گی اس ضرر کے باقی ہونے کی وجہ سے جس سے وُہ ساقط ہوئی تھی تو اب دونوں (وضو از تیمم) کا اجتماعی طور پر سقوط ہو جائیگا، اسی طرح یہاں ہے (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ت) یہ جواب ہی اس وقت ہے جبکہ ہمیں خمس الخمس کا بایں معنی عوض صدقات ہونا مسلّم ہو کہ اگر تحریم صدقات نہ ہوتی تقریر خمس الخمس عمل میں نہ آتی اور یہ بے شک محلِ کلام ہے نہ اس پر کوئی دلیل قائم، ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریم صدقہ و تقریرِ سہم دونوں مستقل کرامتیں ہیں کہ حق عزمجدہٗ نے اہلبیت کرام کو عطا فرمائیں، اور لفظِ تعویض اوّل تو کسی حدیثِ ثابت سے اس وقت فقیر کے خیال میں نہیں وما فی کتب الفقہ عوضہم منہا بخمس الخمس فغیر معروف کما صرح المخرجون (یہ جو کتبِ فقہ میں ہے کہ صدقہ کے عوض خمس الخمس ہے تو یہ غیر معروف ہے جیساکہ اصحابِ تخریج نے تصریح کی ہے۔ت) اور ہو بھی تو کھلا ہوا محاورہ دائرہ سائرہ ہے کہ ایک شَے جا کر جو دوسری ملتی ہے اسے اس کا عوض کہتے ہیں اگرچہ اُن میں ایک کا حصول دوسرے کے زوال پر موقوف ہو نہ ایک کا زوال دوسرے کے حصول کو مستلزم،

کمان من مات لہ ولد ثم ولد اٰخر احسن منہ یقال لہ نعم البدل وکما ان من طلق امرأۃ یدعو ربہ ان ابدلنی خیرا منہا مع

جیساکہ کسی شخص کا ایک بیٹا فوت ہو گیا ہو پھر اس سے اچھا دوسرا بیٹا پیدا ہو تو اسے نعم البدل کہا جاتا ہے ___ اور جس طرح کوئی شخص عورت کو طلاق دیتا ہے اور اپنے رب سے دُعا کرتا ہے کہ

ان الولدین والمرأتین کان یمکن ان یجتمعا والعوض والمعوض لایجتمعان۔

مجھے اس کے بدلے بہتر بیوی عطا فرما، باوجودیکہ دونوں بیٹوں اور دونوں بیویوں کا اجتماع ممکن ہے حالانکہ عوض اور معوض دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ (ت)

توہمیں ہرگز مسلّم نہیں کہ یہاں معاوضت عرفیہ کے سوا معاوضت مصطلحہ مراد ہو جس کی بنا پر ایک کے سقوط سے دوسرے کا عود چاہیں۔ لاجرم ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ بالاجماع بنی ہاشم پر تحریم صدقات فرماتے ہیں کافہ متون علی الاطلاق اسی پر ماشی اور اجلّہ محققین اہل شروح و فتاوٰی وارباب تصحیح وفتوٰی مثل امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وامام فقیہ النفس قاضیخان وامام طاہر صاحب خلاصہ وامام نسفی صاحب کافی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم بے اشعار خلاف اس پر جازم کہ مسئلہ میں کوئی روایت مرجوحہ مخالف آنے کی بو بھی نہیں دیتے قابلِ التفات سمجھنا تو در کنار اور جن بعض نے اس کا ذکر کیا ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ مذہب کے خلاف اور ظاہر الروایۃ سے جدا ہے جس کے حاکی فقط نوح جامع ہیں، محقق علی الاطلاق فرماتے ہیں:

لاتدفع الی بنی ہاشم ھذا ظاھر الروایۃ و روی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان[1]۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ نہ دی جائے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے۔ اور ابو عصمہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے کہ اس دور میں جائز ہے۔ (ت)

مجمع الانہر[2] میں ہے:

لاتدفع الی ھاشمی وھو ظاھر الروایۃ وروی ابو عصمۃ عن الامام انہ یجوز فی زمانہ[3] اھ ملخصا۔

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس دور میں جواز کی روایت بھی ہے اھ ملخصاً (ت)

شیخ محقق[3] دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

عدمِ جواز دفع زکوٰۃ بر بنی ہاشم ظاہر روایت است و

بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا عدمِ جواز ظاہر الروایۃ ہے اور

ع حاصل یہ کہ اوّلاً معاوضت مصطلحہ مراد ہونا محل کلام ہے اور اثبات ذمہ مستدلین، ثانیاً عوضین میں مانعۃ الجمع ہونا ضرور ہے نہ منفصلہ حقیقیہ کہ منع خلو بھی لازم ہو اور تمام استدلال اسی پر موقوف، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] فتح القدیر فصل من یجوز دفع الصدقۃ الیہ ومن لایجوز الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۱۱

[2] مجمع الانہر باب فی بیان احکام المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۲۴

در روایتے از امام ابی حنیفہ جائز ست دریں زمان[1]

امام ابوحنیفہ سے ایک روایت میں اس زمانہ میں جائز ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے: ظاهر المذهب اطلاق المنع[2] (ظاہر مذہب ہر حال میں منع ہے۔ ت)

ردالمحتار و طحطاوی حاشیہ درمختار و حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے وروی ابوعصمة عن الامام انه يجوز[3] (شیخ ابوعصمہ نے امام صاحب سے نقل کیا کہ بنوہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت) ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے:

روی عن الامام الاعظم جواز دفع الزکوٰة الی الهاشمی فی زمانه[4]۔

امام اعظم سے روایت ہے کہ ہمارے دور میں ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ (ت)

شرح نقایہ برجندی میں فتاوٰی عتابی سے ہے، عن ابی حنیفة انه يجوز[5] (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ ت)

اقول فلا علیك مما فی قول النتف المنقول فی السوال من الایهام۔

اقول (میں کہتا ہوں) النتف میں جو کچھ منقول ہے اس سے وہم نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا قول نہیں بلکہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ پر عمل ناجائز۔ امام خیر الدین رملی عالمِ فلسطین اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

هذا هو المذهب الذی لا یعدل عنه الی غیره وما سواه روایات خارجة عن ظاهر الروایة، وما خرج عن ظاهر الروایة فهو مرجوع عنه لما تقرر فی الاصول من عدم امکان صدور قولین

یہ وہ مذہب ہے جس کے غیر کی طرف عدول جائز نہیں، اس کے علاوہ دیگر روایات ظاہر الروایۃ سے خارج ہیں، اور جو ظاہر روایت سے خارج ہو وہ مرجوع عنہ ہوتا ہے کیونکہ اصول میں مسلّم ہے کہ کسی مجتہد سے دو مختلف مساوی اقوال صادر نہیں ہوسکتے لہذا مرجوع عنہ

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الزکوٰۃ باب لاتحل له الصدقة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۵

[2] درمختار باب المصرف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۸

[4] ذخیرۃ العقبٰی حاشیہ شرح وقایہ کتاب الزکوٰۃ باب المصارف منشی نولکشور کانپور ۱/ ۱۳۸

[5] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی مصارف الزکوٰۃ " " " ۱/ ۲۰۷

مختلفین متساویین من مجتھد والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ کما ذکروہ وحیث علم ان القول ھو الذی تواردت علیہ المتون فھو المعتمد المعمول بہ[1] الخ	مجتہد کا قول نہیں رہے گا، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور جب علم ہو جائے کہ فلاں قول متون میں برابر نقل ہو رہا ہے تو وہی معتمد، اور اسی پر عمل کیا جائے گا الخ (ت)

اسی طرح بحر الرائق کی کتاب القضا میں ہے درمختار میں ہے:

المجتھد اذا رجع عن قول لایجوز الاخذ بہ[2]۔	جب مجتہد کسی قول سے رجوع کرے تو اس پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔ (ت)

یوں ہی بحر کی کتاب الطہارۃ میں لکھ کر فرمایا، کما صرح بہ فی التوشیح[3] (جیسا کہ توشیح میں اس پر تصریح ہے۔ ت)

اب نہ رہا مگر امام اجل سیدی ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بہ ناخذ (ہمارا اس پر عمل ہے) فرمانا اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ ت) اگر مان بھی لیا جائے کہ امام طحاوی اسی روایت شاذہ کو اختیار فرماتے ہیں تاہم معلوم ہے کہ اُن کے لیے بعض اختیارات مفردہ ہیں کہ بترک مذہب ان پر عمل کے کوئی معنی نہیں، ان کی جلالتِ شان بیشک مسلّم مگر عظمت قاہرہ اصل مذہب چیزے دیگر ست، پھر اطباقِ احادیث پھر اتفاق متون پھر اخفاق جماہیر ائمہ ترجیح وفتیا ایسی شئی نہیں جس کا پلّہ اختیار مفرد امام طحاوی کے باعث گرسکے آخر ائمہ کرام نے ان کا بہ ناخذ (ہمارا اسی پر عمل ہے۔ ت) فرمانا دیکھا، پھر کیا باعث کہ اصلاً اُدھر التفات نہ فرمایا، غرض خادم فقہ جانتا ہے کہ ایسی روایت مرجوحہ مجروحہ جو نہ روایۃً معتمد نہ درایۃً مؤید، صرف ایک اختیار کی بنا پر جسے جمیع متون وسائر مرجحین نے مقبول نہ رکھا ہرگز صالح تعویل نہیں ہو سکتی، یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ امام طحاوی کا روایتِ جواز کو اختیار فرمانا تسلیم کرلیں ورنہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کے نزدیک اگر کلام امام طحاوی کی طرف بنظرِ غائر عطف عنان ہو تو ان شاء اللہ تعالٰی سپیدۂ صبح کی طرح ظاہر وعیاں ہو کہ وہ قطعاً ظاہر الروایۃ ہی کو بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) فرما رہے ہیں اگرچہ یہ وہ نئی بات ہے جسے سُن کر بہت علمائے زمانہ سخت تعجب فرمائیں گے کہ کفایہ[1] وشرح نقایہ[2] قہستانی و مراقی[3] الفلاح وغمز[4] العیون ودر منتقی[5] ومجمع[6] الانہر وحاشیہ طحطاوی[7] وعقود[8] دریہ وغیرہا متعدد کتابوں میں امام طحاوی کی طرف اختیار جواز کی نسبت مصرح، مگر کیا کیجئے اتباع نظر

---

[1] فتاوٰی خیریہ	کتاب الشہادات	دار المعرفۃ بیروت	۲/۳۳
[2] درمختار	فصل فی البئر	مطبع مجتبائی دہلی	۱/۴۱
[3] بحر الرائق	کتاب الطہارت	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۱۳۸

خواہی نخواہی فقیر کو ایضاح حقیقۃ الامر پر مجبور کرتا ہے فاستمع لمایتلی علیك (کی جانے والی گفتگو کو اچھی طرح ملاحظہ کیجئے۔ ت) امام اجل طحاوی نے اپنی کتاب مستطاب شرح معانی الآثار کی کتاب الزکوٰۃ میں پہلا باب الصدقۃ علی بنی ہاشم وضع فرمایا اور اس میں ایک حدیث نقل کرکے ارشاد کیا کچھ لوگ اس کی بنا پر بنی ہاشم کے لیے صدقہ جائز رکھتے ہیں پھر اُن کے تمسک کا جواب شافی دیا پھر حدیث فدک سے اُن کا استناد ذکر کرکے اُس کا بھی جواب کافی تحریر کیا پھر فرمایا:

قد جاءت بعد ھذہ الاٰثار عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواترۃ بتحریم الصدقۃ علٰی بنی ھاشم[1]۔

ان آثار کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر طور پر احادیث سے ثابت ہے کہ بنو ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ (ت)

پھر احادیث امام حسن مجتبٰی[۱] وعبداللہ[۲] بن عباس وعبد[۳] المطلب بن ربیعہ بن حارث وسلمان[۴] فارسی وابو رافع[۵] وہرمز[۶] یا کیسان ورشید[۷] بن مالک وابی[۸] لیلٰی وبریدہ[۹] اسلمی وانس[۱۰] بن مالک ودو[۱۱، ۱۲] حدیث ابی ہریرہ ودو[۱۳، ۱۴] حدیث معٰویہ بن حیدہ قشیری رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین چودہ[۱۴] حدیثیں حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باسانید کثیرہ روایت کرکے فرمایا:

فھذہ الاٰثار کلھا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ھاشم لا نعلم شیئًا نسخھا ولا عارضھا الا ما قد ذکرناہ فی ھذا الباب مما لیس فیہ دلیل علٰی مخالفتھا[2]۔

یہ تمام آثار بنو ہاشم پر صدقہ کی حرمت پر شاہد ہیں، ہمیں ان کے منسوخ ہونے یا انکے مقابل روایات کا علم نہیں مگر جو کچھ ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے وہ کوئی ایسی دلیل نہیں جو ان آثار کی مخالفت پر ہو۔ (ت)

پھر حدیثًا وفقہًا اس مذہب کو مدلّل کیا کہ زکوٰۃ تو زکوٰۃ صدقہ نافلہ بھی بنی ہاشم پر حرام ہے اُن کے فقراء بعینہ حکمِ اغنیاء رکھتے ہیں، جو غنی کے لیے جائز ہے انھیں بھی مباح ہے اور جو غنی کو حلال نہیں اُنھیں بھی روا نہیں، پھر فرمایا:

ھذا ھو النظر فی ھذا الباب وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالٰی[3]۔

اس باب میں یہی دلیل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا قول ہے (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علٰی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[2] " " " " ۱/۳۵۲

[3] " " " " " "

اس کے بعد اس روایت کا یوں ذکر فرمایا کہ:

قد اختلف عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی ذٰلک فروی انہ قال لا باس بالصدقات کلھا علیٰ بنی ھاشم وذھب فی ذٰلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیھم من اجل ماجعل لھم فی الخمس من سھم ذوی القربیٰ فلما انقطع ذٰلک عنھم ورجع الیٰ غیرھم بموت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حل لھم بذٰلک ما قد کان محرما علیھم من اجل ما قد کان احل لھم وقد حدثنی سلیمان بن شعیب عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ فی ذٰلک مثل قول ابی یوسف فبھٰذا ناخذ۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ بنو ہاشم پر تمام صدقات خرچ کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس میں ہمارے ہاں دلیل یہ ہے کہ صدقات بنی ہاشم پر حرام ہونے کی وجہ یہ بھی کہ خمس کے ذوی القربیٰ کے حصہ میں سے پانچواں حصہ ان کا ہوتا تھا، رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ان کا وہ حصہ منقطع ہوکر غیر کی طرف چلا گیا تو اب ان کے لیے وہ حلال ہوجائے گا جو ان پر حرام ہوا تھا اس وجہ سے کہ ان پر خمس حلال تھا، مجھے حدیث بیان کی سلیمان بن شعیب نے اپنے والد سے انھوں نے محمد سے انھوں نے ابویوسف سے انھوں نے امام ابوحنیفہ سے اس سلسلہ میں ابویوسف کے قول کے مطابق نقل کیا ہے پس اس کے ساتھ ہی ہمارا عمل ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

فان قال قائل افتکرھھا علیٰ موالیھم قلت نعم لحدیث ابی رافع الذی قد ذکرناہ فی ھذا الباب، وقد قال ذٰلک ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب الاملاء وما علمت احدا من اصحابنا خالفہ فی ذٰلک[2]

اگر کوئی سوال اٹھائے کہ بنو ہاشم کے والی کے لیے مکروہ ہے تو میں کہوں گا ہاں اس حدیث کی وجہ سے جو ابورافع سے مروی ہے اور ہم نے اس باب میں اسے ذکر کردیا ہے، اور یہی بات امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاملاء میں کہی ہے اور میں نہیں جانتا کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اس کی مخالفت کی ہو۔ (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲
[2] ایضاً

پھر فرمایا:

فان قال قائل افتکرہ للهاشمی ان یعمل علی الصدقة قلت لا وقد کان ابویوسف یکرہ اذا کانت جعالتهم منها وخالف ابا یوسف آخرون فقالوا لا باس ان یجتعل منها الهاشمی لانه انما یجتعل علی عمله وذلك قد یحل للاغنیاء لا یحرم علی بنی هاشم الذین یحرم علیهم الصدقة وقد روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیما تصدق علی بریرة انه اکل منه (ثم اسند الطحاوی فی ذلك احادیث عن امهات المؤمنین عائشة وجویریة وام سلمة وعن ابن عباس وام عطیة رضی الله تعالٰی عنهم ثم قال) فلما کان ما تصدق به علی بریرة رضی الله تعالٰی عنها جائزا للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اکله لانه انما ملکه بالهدیة جاز ایضا للهاشمی ان یجتعل من الصدقة لانه انما یملکه بعمله لا بالصدقة فهذا هو النظر وهو اصح مما ذهب الیه ابویوسف رحمه الله تعالٰی فی ذلك[1] اھ ملخصًا۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ہاشمی کے لیے صدقات کیلئے عامل بننا مکروہ ہے تو میں کہوں گا کہ نہیں، امام ابویوسف ان کی تنخواہ کو صدقات میں مکروہ کہتے ہیں، لیکن دوسرے لوگوں نے امام ابویوسف کی مخالفت کرتے ہُوئے کہا کہ ہاشمی کو اس میں تنخواہ و وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ اس کے عمل ومحنت پر دیا جارہا ہے اور یہ تو اغنیاء کے لیے بھی جائز ہے تو اب ان بنوہاشم پر یہ کیسے حرام ہوسکتا ہے جن پر صدقہ حرام تھا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے صدقہ بریرہ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے اسے تناول فرمایا (پھر اس کے بعد امام طحاوی نے سند کے ساتھ امہات المومنین حضرت عائشہ، حضرت جویریہ، حضرت ام سلمہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے احادیث ذکر کیں، پھر کہا) حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر کئے گئے صدقہ کا تناول کرنا رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے جائز تھا کیونکہ آپ بطور ہدیہ اس کے مالک قرار پائے تو اب ہاشمی کے لیے بھی صدقہ بطور وظیفہ جائز ہوگا، کیونکہ وہ عمل کی وجہ سے اس کا مالک بن رہا ہے نہ کہ صدقہ کی بنا پر۔ پس یہ اس میں نظر ہے اور یہی مختار ہے اور یہ اس معاملہ میں اقوال ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰے میں سے اصح ہے اھ ملخصاً (ت)

اب اس کلامِ امام کے محاوی ظاہرہ ومطاوی باہرہ پر نظر کیجئے،

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علی بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۲-۵۳

اول شروع سخن سے دلائل تحلیل کا رد۔
دوم دلائل تحریم کی تکثیر میں کد۔
سوم اُن کا آغاز یُوں کہ نبی صلّی اللہ تعالے علیہ وسلّم سے تحریم میں متواتر حدیثیں آئیں۔
چہارم ختم یُوں کہ ہمارے علم میں ان حدیثوں کا کوئی ناسخ یا عارض نہیں سوا ان چیزوں کے جو اہل تحلیل نے ذکر کیں اور وُہ اصلاً اُن کی مؤید نہیں۔
پنجم حدیثاً و فقہاً ثابت فرمانا کہ نہ صرف زکوٰۃ یا دیگر واجبات بلکہ مطلقاً تمام صدقات بنی ہاشم پر حرام ہیں یہاں تک کہ نافلہ بھی، اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے۔
ششم صاف صاف حصر فرما دینا کہ اسباب میں یہی مقتضائے نظر فقہی ہے، اب روایت خلاف کے لیے کہاں گنجائش رکھی، حدیثیں بے ناسخ و معارض متواتر نظر فقہی اسی میں منحصر، پھر اختیار خلاف کس دلیل سے صادر۔ یہ چھ قرینے تو سباق میں ہیں اب سیاق کی طرف چلئے کہ دلائل دیکھئے۔
ہفتم روایت کے اختلاف اور اپنے اختیار کو ذکر کرکے بایراد فائے تعقیب سوال قائم فرماتے ہیں کہ اس پر کوئی مجھ سے پُوچھے بھلا بنی ہاشم کے غلامان آزاد شدہ کے لیے اخذ زکوٰۃ ممنوع جانتے ہو، سبحان اللہ اگر اس بہ ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) کے معنی یہی تھے کہ امام طحاوی نے خود بنی ہاشم کو زکوٰۃ حلال مانی تو اب اس سوال کا کون سا موقع اور کیا محل تھا، موالی تو اس فرعیت کی بنا پر داخل ہوئے تھے کہ مولی القوم منہم (کسی قوم کا غلام اُنہی میں سے ہوتا ہے۔ت) جب اصول کے لیے جواز ٹھہرا تو فروع کی نسبت کیا پوچھتا رہا۔
ہشتم اس سوال کا جواب سُنئے کہ میں فرماؤں گا ہاں یعنی میرے نزدیک موالی بنی ہاشم کو اخذ زکوٰۃ ممنوع ہے کہ حدیث ابورافع اسی پر ناطق اور ارشاد امام ابی یوسف موافق اور بقیہ ائمہ سے خلاف نامعلوم، سُبحان اللہ کہاں بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ جائز ماننا اور کہاں اُن کے غلاموں پر حرام جاننا۔
نہم پھر حدیث ابورافع تو یونہی تھی کہ:

ان اٰل محمد لا یحل لھم الصدقۃ وان مولی القوم من انفسھم[1] آلِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے صدقہ حلال نہیں اور قوم کا غلام اُنھی میں سے ہوتا ہے (ت)

کیا معنی کہ حدیث کا فرعی حکم اس وجہ سے کہ حدیث میں وارد ہے اخذ فرمائیں اور اسی حدیث کا اصلی حکم جس پر اس کے ساتھ اور احادیث متواترہ بھی ناطق ترک کر جائیں فافہم ولا تعجل۔

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب الزکوٰۃ باب الصدقۃ علیٰ بنی ہاشم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

دہم جو بنی ہاشم کے لیے جواز مانے اور موالی پر حرام جانے۔ حدیث ابورافع ہرگز اس کے لیے حجت نہیں بلکہ صاف اس پر منقلب ہے کہ اس میں مولائے قوم کو حکم قوم میں فرماتے ہیں جب حکم قوم جواز ہے حکم مولی بھی لاجرم جواز ہوگا ورنہ موالی بالذات مستحق تحریم نہیں تو بر تقدیر اختیار جواز امام طحاوی کا یہ استدلال بالمخالف ٹھہرتا ہے۔

یازدہم طرفہ یہ کہ فرماتے ہیں امام ابو یوسف نے مولی پر زکوۃ ناروا مانی اور ہمیں اپنے باقی ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں، خلاف تو بنا بنایا پیش نظر ہے کہ جس روایت میں خود بنی ہاشم کو زکوۃ روا ہوئی مولی کے لیے بدرجۂ اولی ہوئی، تو لاجرم وہ اس روایت کو نظر سے ساقط اور ناقابل اعتداد جانتے ہیں۔ جب تو علم خلاف کی نفی فرماتے ہیں۔

دوازدہم اس کے بعد دوسرا سوال قائم کرتے ہیں کہ بھلا تمھارے نزدیک بنی ہاشم کا تحصیل زکوۃ پر متعین ہو کر اس کی اجرت لینا بھی جائز ہے یا نہیں۔ سبحان اللہ! جب حقیقت زکوۃ انھیں جائز کر چکے تو شبہ زکوۃ میں کلام کا کیا موقع رہا، اگر امام طحاوی کی وہی مراد ہوتی تو میں ان دونوں سوالوں کی مثال اس سے بہتر نہیں جانتا کہ عالم شافعی المذہب کہے میرے نزدیک بنت الفجور سے نکاح حلال ہے زید پوچھے بھلا اس کی دختر رضاعی بھی حلال جانتے ہو یا نہیں، یا وہ کہے میرے نزدیک زنا موجب حرمت مصاہرت نہیں، زید پوچھے بھلا بے نکاح مس میں کیا کہتے ہو۔

یہ چھ دلائل جلائل سیاق میں تھے، اب نفس عبارت پر نظر کیجئے کہ اس کی شہادت سب سے اتم و اکمل و قاطع جدل ہے۔ امام طحاوی نے بنی ہاشم پر مطلق صدقات کی حرمت ثابت کر کے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یعنی ان سے ظاہر الروایۃ ہے کہ قول نہیں کہتے مگر ظاہر الروایۃ کو، پھر امام سے اختلاف روایت ذکر کیا اور اول بلفظ روی عنہ کہ صریح ضعف روایت پر دلیل ہے وہ روایت شاذہ بلا سند ذکر کی پھر بسند متصل نقل کیا کہ امام کا قول مثل قول امام ابو یوسف ہے اور اس پر فرمایا فبھذا ناخذ۔ اب دیکھ لیجئے کہ امام طحاوی نے امام ابو یوسف کا کیا مذہب بیان فرمایا تھا جس پر حوالہ کرتے ہیں کہ ہمیں اس سند کے ساتھ امام سے اسی مذہب ابو یوسف کے مطابق پہنچا، آخر وہ نہ تھا مگر اطلاق تحریم، تو قطعاً اسی کو بھذا ناخذ فرما رہے ہیں یہ تو یقیناً معلوم کہ اوپر امام ابو یوسف کا کوئی قول نہ گزرا مگر تحریم، اور یہ بھی نہایت واضح وجلی کہ حوالہ نہیں کرتے، مگر امر مذکور پر لاجرم ماننا ہوگا کہ اختلاف روایت بتا کر پہلے لفظ روی عنہ روایت ابو عصمہ روایت کی پھر حدثنی (مجھے بیان کیا۔ ت) سے مذہب تحریم کہ اصول میں اسی طریق محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابو یوسف سے انھوں نے امام ابو حنیفہ رحمھم اللہ تعالی سے روایت کیا۔ ت) سے مروی رنگ اسناد دیا اور اسی کو بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ ت) سے مذیل کیا، اب سارا بیان اول سے آخر تک

منتظم وملتئم ہوگیا اور تمام اعتراضات واستغرابات دفعۃً دفع ہوگئے والا اخذ الکلام بعضہ یجحد بعض (ورنہ یہ تو بعض کلام کو لینا اور بعض کو چھوڑنا ہے۔ت)

تامل کیجئے تو کلامِ امام کا یہ وہ یقینی محمل ہے جس کے سوا دوسرا محتمل نہیں اور ہنوز اس کے مؤیدات نفس کلام و دیگر وجوہ سے بکثرت باقی ہیں مثلاً :

سیزدہم آشنائے کلامِ محدثین جانتا ہے کہ وہ جس قول کو مسنداً لاتے ہیں یا تو سند لکھ کر اُسے بیان فرماتے ہیں وھو الاکثر (اکثر کا طریقہ یہی ہے۔ت) یا قول بیان کرکے سندیوں ذکر کرتے ہیں کہ حدثنی بذٰلک فلان عن فلان یا حدثنی فلان عن فلان مثلہ (مجھے فلاں سے فلاں نے بیان کیا یا فلاں نے فلاں سے اسی کی مثل بیان کیا۔ت) تاکہ اسناد مسند سے مرتبط ہوجائے نہ یُوں کہ بالکل تغایر وانقطاع رہے کہ روی عن ابی حنیفۃ کذا وحدثنی فلان عن ابی حنیفۃ (امام ابوحنیفہ سے اسی طرح مروی ہے اور مجھے فلاں نے امام ابوحنیفہ سے فلاں کی مثل قول نقل کیا ہے۔ت)

چہاردہم اگر ایسا ہی مانئے تو ضرور ہے کہ قولِ ابی یوسف بھی جواز ہو حالانکہ قولِ ابی یوسف قطعاً تحریم ہے بلکہ قول درکنار شاید اُن سے کوئی روایت شاذہ بھی مثل روایت نوح نہیں۔

پانزدہم خود امام طحاوی چند سطر کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ قول ابی یوسف موالی پر بھی تحریم ہے نہ کہ خود اصول کے لیے جواز۔

شانزدہم اور چند سطر بعد فرمایا قول ابی یوسف میں ہاشمی کو شبہ زکوٰۃ بھی روا نہیں یعنی اپنے عمل کی اُجرت مالِ زکوٰۃ سے لینا پھر اجازت حقیقت چہ معنٰی، تو لاجرم قول ابی یوسف وہی تحریم ہے اور اس سند کا متن اسی پر محمول، اور وہی بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) سے مذیل۔

ہفدہم اور یہ سُن چکے کہ روایتِ جواز روایت نوح ابن ابی مریم ابوعصمہ مروزی تلمیذ امام ابوحنیفہ و امام ابی لیلٰی وکلبی ہے اور امام طحاوی اپنی روایتِ مختارہ کو بطریق سلسلۃ الذہب محمد عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ (امام محمد نے امام ابویوسف سے اور انھوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے۔ت) روایت فرماتے ہیں اگر وہی روایت اس طریق سے مروی ہوتی تو روی ابو یوسف عن ابی حنیفۃ (امام ابویوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا۔ت) کہا جاتا، نہ روی ابوعصمۃ (شیخ ابوعصمہ نے روایت کیا۔ت) کہ مہرِ عالم افروز کو چھوڑ کر چراغ کی طرف نہیں جاتے نہ ہرگز فقہاء کا داب کہ امام کی وُہ روایتیں جو بطریق صاحبین مروی ہیں کسی اور کے نام سے منسوب کیا کریں خصوصاً وُہ صاحب بھی ایسے کہ جن کی نسبت کلام ائمہ معلوم ہے، نہیں نہیں بلکہ بیشک یہ روایت جسے بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) فرمایا، انہی روایاتِ اصول سے ہے جو

اس طریقہ انیقہ صاحبین سے آتی ہیں۔ یہ مجموع اٹھارہ باتیں تو اس نفس عبارت میں ہیں جن کے بعد ان شاء اللہ تعالٰی وضوحِ حقیقۃ الامر میں اصلاً مجالِ کلام نہیں اس کے سوا بعض دلائل قاہرہ و باہرہ اسی شرح معانی الآثار کے دوسرے مقام سے سُنیے جس سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ امام طحاوی اُس روایت مردودہ کے اصل مبنی یعنی بنی ہاشم کے لیے خمس الخمس عوض صدقات ہونے ہی کا بہ نہایت شد و مد انکارِ بلیغ فرماتے ہیں کتاب وجوہ الفئ و خمس المغانم میں ایک قول فرمایا کہ بعض کے نزدیک آیۂ کریمہ میں ذوی القربٰی سے صرف بنی ہاشم مراد ہیں کہ اللہ تعالٰی نے جبکہ ان پر صدقہ حرام کیا یہ خمس کا حصہ اس کا عوض دیا، پھر اس کا رَد فرماتے ہیں کہ:

ان قولھم ھذا عندنا فاسد لان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما حرمت الصدقۃ علی بنی ھاشم قد حرمھا علی موالیھم کتحریمہ ایاھا علیھم و تواترت عنہ الاٰثار بذٰلک[1]

علماء کا قول ہے کہ یہ ہمارے نزدیک فاسد ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب صدقہ بنو ہاشم پر حرام فرمایا تو آپ نے ان کے غلاموں پر بھی اسی طرح حرام فرمایا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہے اور اس پر آپ سے متواتر آثار ہیں۔ (ت)

پھر احادیثِ ابن عباس و ابورافع و ہرمز یا کیسان رضی اللہ تعالٰی عنہم ذکر کرکے فرمایا:

فلما کانت الصدقۃ المحرمۃ علٰی بنی ھاشم قد دخل فیھم موالیھم و لم یدخل موالیھم معھم فی سھم ذوی القربٰی باتفاق المسلمین ثبت بذٰلک فساد قول من قال انما جعلت لذی القربٰی فی اٰیۃ الفئ وفی اٰیۃ خمس الغنیمۃ بدلا مما حرم علیھم الصدقۃ[2]

صدقہ کی حُرمت میں بنو ہاشم کے ساتھ ان کے غلام بھی شامل تو ہیں مگر ذوی القربٰی کے حصہ میں بالاتفاق بنو ہاشم کے ساتھ شامل نہیں اس سے ان لوگوں کے قول کا فساد واضح ہوگیا جو کہتے ہیں کہ ایک آیت فئ اور ایک آیت خمسِ غنیمت میں جو کچھ حضور کے رشتہ داروں کے لیے مقرر کیا گیا یہ اس صدقہ کے عوض ہے جو اُن پر حرام کردیا گیا ہے (ت)

پھر دوسری دلیل نظری سے اس عوض ہونے کا فساد ثابت کرکے فرمایا:

فدل ذٰلک ان سھم ذوی القربٰی لم یجعل لمن یجعل لہ خلفا من الصدقۃ التی

یہ اس پر دال ہے کہ ذوی القربٰی کا حصہ جن لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ ان پر حرام کردہ

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفئ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۴

[2] ایضاً

حرمت علیہ[1] صدقہ کا عوض نہیں۔(ت)

پھر تصریح کی کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے اور اسے احادیث متعددہ سے ثابت فرماکر ارشاد کیا:

افلا یری ان الصدقۃ التی تحل لسائر الفقراء من غیر بنی ہاشم من جہۃ الفقر لا تحل لبنی ہاشم من حیث تحل لغیرھم فکذلک الفیئ والغنیمۃ لوکان مایعطون منہا علی جہۃ الفقر اذا لما حل لہم[2]۔

کیا وہ یہ ملاحظہ نہیں کرتے کہ بنو ہاشم کے علاوہ فقر کی وجہ سے تمام فقراء کے لیے صدقہ حلال ہے، لیکن بنو ہاشم پر اس علت کی بنا پر حلال نہیں جس کی بنا پر اوروں کے لیے حلال ہے تو اسی طرح فئ اور غنیمت اگر یہ فقر کی وجہ سے انھیں عطا کئے جائیں تو یہ بھی ان کے لیے حلال نہ ہونگے۔(ت)

اب بھی کچھ وضوح حق باقی رہا وللہ الحمد ھکذا ینبغی التحقیق اللہ سبحانہ ولی التوفیق (اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے حمد وثناء اور تحقیق کے لیے ہی مناسب ہے اللہ سبحانہ، وتعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) رہا یہ کہ امام طحاوی ضمن کلام میں اُس روایت کی ایک توجیہ ذکر فرماگئے کہ ہمارے خیال میں اس روایت کی بنا پر امام کی نظر اس طرف گئی حاشا یہ اصلاً اس کے اختیار سے علاقہ نہیں رکھتا، علماء کا داب ہے کہ اقوال مختلفہ میں ہر ایک کی دلیل ذکر فرماتے ہیں ہدایہ وکافی وغیرہما اس رنگ کی کتابیں اسی انداز پر ہیں پھر مختار وہی ہے جو مختار ہے اور قول کو صرف ابو یوسف کی طرف نسبت کرنا کچھ مستغرب نہیں کہ امام سے تو اختلاف روایت کا بیان ہی ہے اور صاحبین میں اعظم واقدم ابو یوسف ہیں معہذا مذہب تو سب کا اوپر لکھ ہی چکے یہاں فقط بتا دینا تھا بالجملہ کلام امام طحاوی بہ اعلٰی ندامنادی کہ وہ ہرگز اس روایت ضعیفہ کی ترجیح وتصحیح کے پاس بھی نہیں بلکہ قطعاً تحریم پر جازم، اور اس میں بھی یہاں تک جازم کہ تحریم نافلہ پر بھی حاکم، کما ھو المرجح عند المحقق علی الاطلاق والبعض الاخرین من الحذاق (جیسا کہ محقق علی الاطلاق اور بعض دیگر اکابرین کے نزدیک راجح ہے۔ت) غالباً ابتداء میں بمقتضائے یابی اللہ العصمۃ الا لکلامہ وکلام رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (عصمت صرف کلام اللہ اور کلامِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ت) بعض علمائے ناقلین کی نظر نے لغزش فرمائی اور بھذا ناخذ (اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) کی مشار الیہ وُہ روایت ضعیفہ خیال میں آئی پھر علمائے مابعد نقل درنقل فرماتے چلے آئے نقد یا مراجعت کا اتفاق نہ ہُوا

---

[1] شرح معانی الآثار کتاب وجوہ الفیئ وقسم الغنائم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۸۴

[2] " " " ۲/۱۹۴

ورنہ حاش للہ ان کی جلیل شانیں اس سے بس ارفع ہیں کہ بامعاون وتدبر شرح آثار پر نظر فرماتے اور اس کی عبارت کے یہ معنی ٹھہراتے، علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد یقع کثیرا ان مولفا یذکر شیئا خطاء فی کتابه فیأتی من بعده من المشائخ فینقلون تلك العبارة من غیر تغییر فیکثر الناقلون لها واصلها الواحد مخطئ[1] الخ

بہت دفعہ ایسا ہوجاتا ہے کہ ایک مصنف اپنی کتاب میں خطا کرتا ہے تو بعد کے مشائخ اسے بغیر کسی تبدیلی کے نقل کر دیتے ہیں، ناقلین کثیر ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل خطا کرنے والا ایک ہی تھا الخ (ت)

مشتغل علم اگرچہ میری اس طویل تقریر کو بالکل گوش ناآشنا پائے گا مگر امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس مقام کی تنقیح جمیل وتنقید جلیل برکات علماء سے اس بے بضاعت کا حصہ تھا ؎

وللارض من کاس الکرام نصیب

(زمین کے لیے بھی سخیوں کے دسترخوان سے حصّہ ہوتا ہے)

فتبصر وتشکر والحمد للہ الاکبر، وانما اطلنا الکلام فی ھذا المقام لما بلغنا عن بعض علماء العصر من اجلة رامفور من اباحة الزکوٰة لحضرات الاشراف اغترارا بتلك الروایة وذالك الاختیار وما العصمة الا باللہ العزیز الغفار۔

غور کرو شکر کرو، حمد اللہ کے لیے جو سب سے بڑا ہے ہم نے اس مقام پر خوب طویل گفتگو اس لیے کی ہے کہ بعض معاصرین علمائے رامپور نے اس روایت کی بنا پر غلط فہمی کا شکار سادات کرام کے لیے زکوٰۃ کو مباح قرار دیا ہے، عصمت اللہ غالب غفّار کے لیے ہی ہے (ت)

غرض میں جزم کرتا ہوں کہ بے شک بنی ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے اور بیشک اسی پر افتاء واجب اور بیشک اس سے عدول ناجائز، اور بے شک وہ روایت روایۃً مرجوح اور درایۃً مجروح اور بیشک امام طحاوی اس کے خلاف پر قاطع، اور بے شک اُن کی یہ تصحیح جانب ظاہر الروایۃ راجع، والی اللہ المرجع والیه مناب (اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی ماوٰی وملجا ہے۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

---

[1] بحر الرائق کتاب البیوع باب المتفرقات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۸۵